لغات واعراب قرآن (۱۵)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۱۰)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ یں بنیاد) طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورت کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغہ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغہ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغہ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲ : ۵ : ۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲ : ۵ : ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم ـــ وھکذا۔

۲ : ۱۰ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۔ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

۲ : ۱۰ : ۱ اللغۃ

[وَإِذَا] اس میں "وَ" تو بمعنی "اور" ہے۔ "وَ" کے معانی و استعمالات پر الفاتحہ: ۵ میں بات ہو چکی ہے [دیکھئے ۱ : ۴ : ۱ (۳)] اور

" اذا " کے یہاں معنی " جب یا جب کبھی یا جس وقت " کے ہیں ۔ " اذا " کے استعمالات اور اقسام (بلحاظ معنی) پر البقرہ : ۱۱ میں بات گزر چکی ہے [دیکھئے ۲: ۹ : ۱ (۱)]

[قِيلَ] کا مادہ " ق ول " اور وزن اصلی " فُعِلَ " ہے ۔ اور شکل اصلی " قُوِلَ " تھی ۔ اس مادہ کے فعل مجرد کے معنی و استعمال پر ۔ اور خود اسی فعل ماضی مجہول " قیل " کے معنی وغیرہ پر ابھی اوپر بحث ہو چکی ہے [۲: ۷ : ۱ (۵)]

[لَهُمْ] " لام " کا تعلق فعل " قیل " سے ہے ۔ " اذا " کے معنیٔ شرط کی وجہ سے یہاں قیل کا ترجمہ ماضی کی بجائے حال میں کیا جائے گا ۔ اس طرح " واذا قیل لھم " کا ترجمہ " اور جب کہا جاتا ہے ان سے " ہے اور سلیس ترجمہ " جب ان سے کہا جاتا ہے " ہوگا ۔

[آمِنُوا] کا مادہ " ا م ن " اور وزن اصلی " اَفْعِلُوا " ہے ۔ اس کی اصلی شکل " أَأْمِنُوا " تھی ۔ جس میں پہلے دونوں " ھمزے " مل کر " آ " ہو گئے ۔ یہ لفظ (آمِنوا) اس مادہ سے بابِ افعال کا صیغۂ امر (جمع مذکر حاضر) ہے ۔ اس مادہ کے فعل مجرد اور بابِ افعال کے معنی اور استعمالات پر بحث پہلے ہو چکی ہے [دیکھئے ۲: ۲ : ۱ (۱)]

۲ : ۱۰ : ۱ (۱) [كَمَا] یہ " کَ " حرف الجر (جو بلحاظ معنی حرف تشبیہ بمعنی " مانند " ہے) اور " ما " (اسمیہ بمعنی " جوکہ " ، " جو چیز کہ ") سے مرکب ہے ۔ اس طرح اس (کما) کے لفظی معنی ہوں گے " مانند اس (چیز) کے جو کہ " ۔ پھر اسی کا بامحاورہ اردو ترجمہ " جیساکہ " ، " جیسے کہ " اور " جس طرح کہ " سے کیا جاتا ہے ۔ اور یہ اکٹھا ایک ہی لفظ شمار ہوتا ہے ۔

[آمَنَ] کا مادہ " ا م ن " اور وزن (اصلی) " اَفْعَلَ " ہے ۔ یعنی یہ بابِ افعال سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ اس کے باب اور معنی و استعمال پر بھی بات ہو چکی ہے دیکھئے البقرہ : ۳ یعنی ۲: ۲ : ۱ (۱) میں ۔ لفظی ترجمہ ہے " وہ ایمان لایا " اور سیاق عبارت کے مطابق " ایمان لائے "

یا " ایمان لے آئے ہیں " سے ترجمہ ہوگا۔

[النَّاسُ] کے مادہ و اشتقاق وغیرہ پر مفصل بحث البقرہ : ۸ کے تحت ہو چکی ہے [دیکھئے ۲ : ۷ : ۱(۳) میں] اس کا ترجمہ " لوگ " ہے مگر سیاقِ عبارت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ " دوسرے لوگ " ، اور لوگ " یا " سب لوگ " کیا گیا ہے۔

[قَالُوْا] کا مادہ " ق و ل " اور وزن اصلی " فَعَلُوْا " ہے۔ اس کے فعل مجرد کے معنی وغیرہ کے لیے دیکھیے ۲ : ۷ : ۱(۴)۔ یہاں شروع میں " إِذَا " آجانے کی وجہ سے اس فعل ماضی (قالوا) کا ترجمہ " کہتے ہیں " بلکہ جوابِ شرطیہ ہونے کی وجہ سے " تو کہتے ہیں " ہوگا۔

[أَنُؤْمِنُ] میں ابتدائی " أ " تو استفہامیہ (بمعنی کیا ؟) ہے اور " نُؤْمِنُ " کا مادہ " ا م ن " اور وزن " نُفْعِلُ " ہے جو اس مادہ سے باب افعال کا فعل مضارع (صیغہ جمع متکلم) ہے۔ اس کے مادہ و باب کے معنی وغیرہ کے لئے ۲ : ۲ : ۱(۱) کی طرف رجوع کیجئے۔ اس کا لفظی ترجمہ تو " کیا ہم مان لیں / ایمان لائیں " ہوگا جس کو بعض حضرات نے " کیا ہم مسلمان ہو جائیں؟ " سے ترجمہ کیا ہے جسے مفہوم کے لحاظ سے ہی درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور بعض نے اس سے اگلی عبارت کو ملحوظ رکھ کر بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ اس کا ذکر ابھی آئے گا۔

[كَمَا آمَنَ] پر ابھی اوپر (اسی آیت میں) بات ہو چکی ہے یعنی " جس طرح ایمان لایا "

۲ : ۱۰ : ۱(۲) [السُّفَهَآءُ] کا مادہ " س ف ہ " اور وزن (لام تعریف نکال کر) " فُعَلَاءُ " (غیر منصرف) ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد زیادہ تر " سفِہ یسفَہ سفاھۃً و سَفَھًا " (باب سمع سے) آتا ہے۔ اور اس کے عام معنی تو ہیں " بے وقوف ہونا، عقل سے خالی ہونا، بدھو ہونا، احمق ہونا " یعنی یہ فعل لازم ہے۔ تاہم بعض دفعہ یہ فعل

متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی "بے وقوف بنانا، مت ماردینا، احمق بنادینا" کے معنوں میں آتا ہے۔

● بعض اہل علم (اصحاب لغت) کا کہنا ہے کہ یہ فعل باب "سمع" سے تو متعدی معنی کے لیے آتا ہے اور لازم کے معنی ہیں یہ باب "کرُم" سے استعمال ہوتا ہے اور اس لیے اس سے اسم الفاعل (رسافِہٌ) کی بجائے صفت مشبہ "سَفِیْہ" (بوزن "فعیل") آتی ہے۔ جس کے معنی ہیں "احمق یا بیوقوف"۔ اور کتب لغت کے "بیانات" سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "باب سمع" سے آنے والے پانچ چھ افعال ایسے ہیں جو عام طور پر تو بطور "لازم" استعمال ہوتے ہیں تاہم کبھی کبھی یہ فعل متعدی کے طور پر بھی آتے ہیں۔ اس قسم کے افعال میں سے "سفِہ" اور "بطِر" قرآن کریم میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ اور بعض (مثلاً "اَلِمَ" یا "رشِد") سے کوئی صیغۂ فعل تو نہیں مگر کچھ اسمائے مشتقہ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

● اس مادہ (سفہ) سے ثلاثی مجرد کے صرف ایک صیغۂ ماضی (البقرۃ: ۱۳۰) کے علاوہ کوئی اور فعل قرآن کریم میں نہیں آیا۔ البتہ کچھ مصدر اور مشتقات (سَفَہٌ، سَفَاھَۃٌ، سَفِیْہٌ، اور سُفَہَاءُ) استعمال ہوئے ہیں اور زیر مطالعہ لفظ "السفَہَاءُ" صفت مشبہ "سَفِیْہ" کی جمع مکسر معرف باللام ہے۔ اور یہ جمع غیر منصرف بھی ہے ــــ اس طرح "کَمَا / آمن / السفہاءُ" کا ترجمہ ہوگا "جیسا / جیسے / جس طرح۔ مسلمان ہوئے / ایمان لائے /۔ بیوقوف / احمق" اور اسی کو زیادہ بامحاورہ بنانے کے لیے بعض مترجمین نے اس سے سابقہ کلمات کو بھی ساتھ ملاکر "انؤمن کما آمن السفہاء" کا مجموعی ترجمہ "کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لائیں!" کیا ہے۔ مفہوم درست مگر الفاظ (نص) سے ذرا ہٹ کر ہے۔ کیونکہ اس میں "آمن" کا ترجمہ نہیں آیا۔ اور بعض نے محاورے کے جوش میں اسی حصۂ آیت کا ترجمہ "کیا ہم بھی اُلّو بن جائیں جس طرح اُلّو ایمان لائے ہیں" کردیا ہے یہ کسی طرح درست نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ اس میں تو۔

" نؤمن " کا ترجمہ " کیا ہم تو بن جائیں " کر دیا گیا ہے ۔ ترجمہ میں الفاظ اور محاورہ میں توازن رکھنا ہی تو مترجم کے لیے دشوار ہے مگر اسی میں اس کا کمال ہے۔

[أَلَا إِنَّهُمْ] کے تینوں اجزاء (أَلَا ۔ إِنَّ اور هم) پر اور اس ترکیب کے تراجم پر ابھی اوپر والی آیت البقرہ : ۱۲ [۲ : ۹ : ۱ (۷)] میں بات ہو چکی ہے ۔

[هُمُ السُّفَهَآءُ] میں ابتدائی " هم " (ضمیر فاصل) کا ترجمہ " وہی ، وہی تو " ہوگا اور " السفهاء " کے معنوں پر ابھی اوپر بحث ہو چکی ہے [۲ : ۱ : ۱ (۲) میں] اب آپ اس حصۂ آیت (الا انهم هم السفهاء) کا گزشتہ آیت (۱۲) کے آخری حصہ (الا انهم هم المفسدون) کے ترجمہ سے موازنہ کرتے ہوئے خود ترجمہ کر سکتے ہیں ۔

[وَلٰكِنْ] کے معنی اور استعمال پر بھی ابھی اوپر [۲ : ۹ : ۱ (۸)] میں بات ہوئی ہے ۔

۲ : ۱۰ : ۱ (۳) [لَا يَعْلَمُوْنَ] کا ابتدائی " لا " تو فعل میں منفی کے معنی پیدا کرنے کے لیے ہے ۔ اور " يَعْلَمُوْنَ " کا مادہ " ع ل م " اور وزن " يَفْعَلُوْنَ " ہے ۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد " عَلِمَ ..... يَعْلَمُ عِلْمًا " (باب سمع سے) بکثرت استعمال ہوتا ہے اور اس کے بنیادی معنی تو " ..... کو جاننا یا جان لینا " ہیں ۔ تاہم یہ کبھی " کسی چیز کی حقیقت جان لینا " اور اس کے بارے میں یقین حاصل کر لینا " (یعنی تَيَقَّنَ) کے معنوں میں آتا ہے ۔ اس وقت اس کے دو مفعول مذکور ہوتے ہیں ۔ جیسے " عَلِمْتُمُوْهُنَّ مؤمناتٍ " (الممتحنہ : ۱۰) میں آیا ہے ۔

● اور اگر صرف " جاننا ، پہچان لینا " (عَرَفَ) کے معنوں میں ہو تو صرف ایک مفعول کے ساتھ آتا ہے جیسے " يعلمُ خائِنَةَ الاعينِ " (المؤمن : ۱۹)

میں ہے اور یہ استعمال قرآن کریم میں بکثرت ہے (دو سو سے بھی زائد مقامات پر)۔ اور ان معنوں کے لیے اس کا مفعول بنفسہٖ (صلہ کے بغیر) بھی آتا ہے جو کوئی اسم بھی ہو سکتا ہے اور "أنْ" سے شروع ہونے والا کوئی جملہ بھی ــــــ اور بعض دفعہ اس فعل پر باء (بِ) کا صلہ بھی آتا ہے جیسے "یعلمُون بِما غفرَلی (یس: ۲۶) میں ہے۔ یعنی یہ فعل "علِمہٗ اور علِم بہ" دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور اس (صلہ والے فعل) سے ہی صفت مشبہ "علیم" اور افعل التفضیل "اعلمُ" اکثر اسی صلہ (بِ) کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

● اور کبھی یہ فعل (علِم) فعل لازم کی طرح "عالم ہونا، صاحب علم ہوجانا" کے معنوں میں بھی آتا ہے اس وقت اس کے ساتھ مفعول مذکور نہیں ہوتا جیسے "والذین لا یعلمون" (الزمر: ۹) اور "جو جاہل ہیں" کے معنوں میں آیا ہے۔ قرآن کریم میں اس فعل کا یہ استعمال (بحذفِ مفعول) بھی بکثرت آیا ہے۔ اور جب یہ فعل اللہ تعالیٰ کے بارے میں آئے تو اس کے معنی "ظاہر کر دینا" "واضح کر دینا" یا "فرق کر دینا" کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ "واللّٰہ یعلم المفسد مِنَ المصلح" (البقرہ: ۲۲۰) میں اور بہت سے دوسرے مقامات پر اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

۲: ۱۰:۲ الإعراب

وإذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا أنؤمن كما آمن السفهاء ۔ الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون ۔

آیت کا ابتدائی حصہ (وإذا ..... سے السفھاء تک) دراصل دو جملوں پر مشتمل ہے جو شرط اور جوابِ شرط کے طور پر ایک بڑا جملہ بناتے ہیں۔ آخری حصہ (ألا انهم ..... سے لا يعلمون تک) بھی دراصل دو جملے ہیں جن کو واو عاطفہ

سے ملا دیا گیا ہے۔ اعراب کی تفصیل یوں ہے:

● [وَاِذَا] میں " وَ " استیناف (الگ جملے کی ابتداء) کے لیے بھی ہو سکتی ہے اور عطف کے لیے بھی اور " اِذا " (گزشتہ آیت ۱۱ کی طرح) یہاں بھی ظرفیہ شرطیہ ہے [دیکھیے ۲:۹:۱(۱)] اس لیے اگلے فعل ماضی کا ترجمہ " فعل حال " سے ہوگا۔ [قِیْلَ] فعل ماضی مجہول۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ ہے اور اس کا نائب فاعل لفظ " قَوْلٌ " محذوف ہے یعنی دراصل " قیل قولٌ ھو آمنوا " ہے۔ [لَھُمْ] جار (لِ) اور ضمیر مجرور (ھم) مل کر متعلق فعل " قیل " ہیں۔ یعنی یہ " لام " اس آدمی (مفعول) کو متعین کرتا ہے جس سے بات کی گئی۔ [آمِنُوا] فعل امر حاضر کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اور دراصل تو اسی " آمِنوا " کو ہی فعل مجہول " قیل " کا نائب فاعل سمجھنا چاہیئے مگر بعض نحوی حضرات کہتے ہیں کہ جملہ قائم مقام فاعل (نائب فاعل) نہیں بن سکتا اور اسی لیے وہ اس (آمِنوا) سے پہلے لفظ " قولٌ " محذوف ماننے پر مجبور ہوئے ہیں۔ بعض جدید نحوی (مثلاً ڈاکٹر شوقی ضعیف کہتے ہیں کہ جملہ فاعل یا نائب فاعل بن سکتا ہے[1]۔

[کَمَا] یہ حرف جار (کَ) اور " ما " (جو موصولہ بمعنی مصدریہ ہے) کا مرکب ہے اور اس کی وجہ سے نحوی حضرات [آمن النّاسُ] کو جو دراصل فعل (آمن) اور فاعل (النّاس) کا مرکب جملہ ہے ـــــ اس میں فعل کو مصدر مضاف اور " النّاس " کو مضاف الیہ کی طرح سمجھتے ہیں۔ اور " کما " کو ایک مصدر محذوف کی صفت سمجھتے ہیں گویا کہ اس حصۂ آیت (آمنوا کما آمن النّاس) کی " تقدیر " (یعنی مفہوم عبارت) کچھ یوں بنتی ہے " آمنوا ایماناً کایمان النّاسِ " یا " آمنوا ایماناً مِثلَ ایمانِ النّاس " یا " آمنوا ایماناً مثل ما آمن النّاس " ـــــ یعنی " لوگوں کے ایمان جیسا ایمان لاؤ " ـــــ تاہم اردو میں " کما " کا ترجمہ " جیساکہ، جس طرح کہ " کر لینے سے اس کے مصدری معنی لینے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ

---

[1] تجدید النحو ص ۱۶۰ اور ص ۲۵۹

فعل ماضی کے ساتھ ہی ترجمہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مترجمین نے اس جملہ " کَمَا آمن الناس " کے ترجمہ میں " کما " (جس طرح کہ، جیسا کہ) کے بعد " آمن الناس " کا ترجمہ فعل اور فاعل کے ساتھ ہی کیا ہے (لوگ ایمان لائے ہیں) ۔ یہ ترجمہ عربی الفاظ سے بھی قریب تر بنتا ہے اور محاورہ کے بھی مطابق ہے ۔ اس لیے نحوی حضرات کے تکلّف کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی ۔
یہاں تک جملہ کا شرط والا حصّہ پورا ہو جاتا ہے اس کے بعد

● [قالوا] سے شرط کی جزاء یا جواب شرط کی ابتداء ہوتی ہے ۔ اور شرط اور جواب شرط کے ماضی کے صیغہ ہونے کی وجہ سے کوئی جازم اور مجزوم نہیں ہے۔ اگرچہ وہ محلاً مجزوم سمجھے جا سکتے ہیں۔ [أنومن] میں " أ " استفہامیہ ہے اور یہاں استفہام انکار کے معنوں میں ہے ۔ اور " نؤمن " فعل مضارع ہے جس میں ضمیر فاعلین " نحن " مستتر ہے [کما] پر ابھی بات ہوئی ہے ۔ یہاں بھی اس کی اعرابی پوزیشن سابقہ " کما " کی سی ہے [آمن السفہاء] فعل اور فاعل (مرفوع) پر مشتمل ہے اور یہاں بھی " أنومن کما آمن السفہاء " کو بعض نحوی حضرات کے بقول تقدیراً " انومن ایماناً مثل ایمان السفہاء " سمجھا جا سکتا ہے ۔ مگر اردو محاورے کے لئے اس تکلّف کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سیدھا لفظی ترجمہ ہی اردو محاورے کے عین مطابق ہی بنتا ہے ۔ یعنی " کیا ہم ایمان لائیں جیسا کہ بے وقوف (لوگ) ایمان لائے ہیں " ۔ اور چونکہ یہاں استفہام میں دراصل مفہوم انکار کا ہے ، اس لیے عبارت کا اصل مفہوم بنتا ہے کہ " ہم اس طرح کا ایمان تو نہیں لائیں گے "۔

● [أَلَا] حرفِ آغاز (استفتاح) بمعنیٔ تنبیہ ہے ۔ اس لفظ کے مختلف تراجم پر ابھی اوپر بحث " اللغۃ " میں بات ہو چکی ہے ۔ اور [اِنَّھُمْ] میں " اِنَّ " حرف مشبہ بالفعل اور " ھم " ضمیر منصوب اس (اِنَّ) کا اسم ہے ۔ [ھم السفہاء] میں " ھم " ضمیر فاصل ہے جس کا اردو ترجمہ " ہی "

یا " ہی تو " سے کیا جاتا ہے۔ اور " السفھاءُ " " اِنّ " کی خبر (لہٰذا) مرفوع ہے۔ علامتِ رفع آخری ھمزہ کا ضمہ (ـُـ) ہے۔ اس طرح " الا انھم ھم السفھاء " کا ترجمہ ہوگا " سن لو! یقیناً وہ خود ہی بے وقوف ہیں "

● [وَلٰکِنْ] میں " وَ " عاطفہ اور " لٰکن " حرف استدراک ہے جس کے معنی وغیرہ پر ابھی اوپر (" اللغۃ " کے تحت) بات ہوئی ہے۔ [لایعلمون] فعل مضارع منفی مع ضمیر فاعلین " ھم " (مستتر) ہے۔ اور یہ پورا جملہ اپنے سے سابقہ جملے (الا انھم ھم السفھاء) پر عطف ہے۔ تاہم اردو میں " ولکن " کا ترجمہ " لیکن " سے کیا جاتا ہے اردو محاورے میں یہاں واوِ عاطفہ کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

۱۰:۲ : ۳ الرسم

وإذا قيل لهم امنوا كما امن الناس قالوا انومن كما امن السفهاء۔ الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون۔

اس آیت کے تمام کلمات کا رسم قرآنی اور رسم املائی یکساں ہے حتیٰ کہ کلمہ " ولکن " کا بحذف الف (بعد لام) لکھا جانا بھی دونوں میں مشترک ہے۔ اس کے متعلق آیت ۲:۱۲ میں مفصل بات ہوئی تھی۔

۱۰:۲ : ۴ الضبط

آیت کے کلمات کے متفقہ یا مختلف فیہ ضبط کو حسب ذیل مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

وَاِذَا ، اِذٰا ، اِذَا / قِیْلَ ، قِیلَ ، قِیلَ ، قِیلَ

لَھُمْ / اٰمِنُوْا ، اٰمِنُوا ، ءَامِنُواْ ، اٰمِنُواْ

كَمَا · كَمَا / اٰمَنَ ، ءَامَنَ ، اٰمَنَ
النَّاسُ ، النَّاسُ ، ٱلنَّاسُ ، ٱلنَّاسُ
قَالُوْا ، قَالُوا ، قَالُوْا ، قَالُوْا
اَنُؤْمِنُ ، اَنُؤْمِنُ ، اَنُؤْمِنُ / كَمَا (مثل سابق)
اٰمَنَ (مثل سابق) السُّفَهَآءُ ، السُّفَهَآءُ ، ٱلسُّفَهَآءُ
ٱلسُّفَهَآءُ / اَلَآ ، اَلَا ، اَلَا ، اَلَآ / اِنَّهُمْ ، اِنَّهُمْ /
هُمُ / السُّفَهَآءُ (مثل سابق) / وَلٰكِنْ ، وَلٰكِن
وَلٰكِن / لَا يَعْلَمُوْنَ ، لَا يَعْلَمُوْنَ ، لَا يَعْلَمُوْنَ

بقیہ : تبصرہ کتب

کتب جن کی اکثریت ہنوز مخطوطات کی شکل میں ادھر اُدھر بکھری ہوئی ہیں — سے استفادہ کرکے فنِ تالیف و تصنیف کے تمام جدید ضوابط کا لحاظ کرکے ایک ایسی کتاب کا مرتب کرنا تھا جو اس راہ کے راہیوں کے لیے مشعلِ راہ اور رہنمائی کا باعث ہو۔ الحمدللہ کہ ایک ایسی چیز مارکیٹ میں آگئی — طلبائے قرآن کے لیے ایک اچھوتی کتاب جس سے وہ ہی نہیں، اساتذہ بھی بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں، بلکہ انہیں ضرورت ہے کہ وہ ایسا کریں تاکہ غلطیوں سے بچا جا سکے — ساتھ ہی ہر مسلمان کے لیے یہ تحفہ ہے کہ ہر مسلمان قرآن سے وابستگی رکھتا ہے، اس کی تلاوت کرتا ہے اس پر بھی صحت سے تلاوت لازم ہے۔ زبان سلیس او شگفتہ، تاکہ ایک عام مسلمان بھی استفادہ کر سکے — ہمیں یقین ہے کہ خادمانِ قرآن اس ناگزیر کتاب کو فوراً حاصل کریں گے تاکہ انہیں جدید ایڈیشن کی زحمتِ انتظار سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

(ابوالسیف محمدی)